صوفیانہ تعلیم و تربیت اور سماجی خدمت : مخدوم عبد الرشید حقانی کی خدمات کا تحقیقی جائزہ

Sufi Pedagogy and Social Service: A Research Review of the Contributions of Makhdoom Abdul Rasheed Haqqani

محمد شاہ*

Abstract

This study explores the religious and spiritual contributions of Hazrat Makhdoom Abdul Rasheed Haqqani (d. 559 AH), a prominent Sufi figure who played a vital role in promoting the Qadiriyya order in the Indian subcontinent. Born in 569 AH in Kot Karor (District Layyah) and passing away in 629 AH near Multan, he distinguished himself at an early age through his scholarly and teaching services in his father's madrasa. He established a madrasa in Multan, initiating a new phase of religious and spiritual services. Later, during his long stay in Makhdoom Rasheed, he spent approximately 55 years advancing religious and spiritual teachings through Madrasa Haqqania and his khanqah. His approach integrated spiritual guidance with socio-economic stability, transforming religion and spirituality into a dynamic movement deeply rooted among the masses, particularly in rural communities. Despite his significant contributions, scholarly research on his life remains limited. This study addresses this gap by presenting a focused academic analysis at the doctoral level. His approach combined spiritual guidance with socio-economic support, as he devoted his resources to public welfare and encouraged lawful livelihood (halal sustenance) alongside adherence to Islamic values. Despite his profound impact and long-standing influence, academic research on his life and services remains limited. This study aims to highlight his contributions and to offer a scholarly tribute by addressing this gap through focused doctoral-level research.

Keywords: Qadiriyya, Madrasa Haqqania, khanqah, Halal Sustenance.

ضرورت و اہمیت:

حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م ۶۶۹ھ) کا شمار قادریہ سلسلہ کے اکابر صوفیاء میں ہوتا ہے۔ آپ کا خانوادہ کئی پشتوں سے دینی و روحانی لحاظ سے معاشرے کے اندر بہترین خدمات دینے کی وجہ سے معروف حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے بچپن ہی سے سلسلہ قادریہ کے علمبرداروں کے ہاں آنکھ کھولی اور پھر ہمدان میں سید علی بن خواجہ یوسف ہمدانی سے قادریت کی خلافت حاصل کر کے ملتان کی سرزمین کو روحانیت سے فیض یاب کیا۔ آپ نے حضرت شیخ بہاءالدن زکریا کے عم زاد اور خالہ زاد ہونے کے باوجود انہیں کے دور میں الگ سلسلہ طریقت کو فروغ دے کر اپنی انفرادیت کا لوہا منوا کر ثابت کیا کہ معاصر صوفیاء میں ان کی خدمات روز روشن کی طرح عیاں رہیں گی مگر دوسری طرف آٹھ صدیاں گزر جانے کے باوجود آپ کے حالات و واقعات محفوظ رہ کر نقل در نقل نہ ہو سکے اور بعد کے تاریخ دانوں نے بھی اس موضوع کو کما حقہ اہمیت نہ دی جس کی وجہ سے وقت کے ساتھ ساتھ آپ کی زندگی کا ہر گوشہ آپ سے وابستہ عقیدت مندوں کے لئے اہمیت اختیار کرتا گیا۔

---

* ہیڈ ماسٹر، گورنمنٹ ایلیمنٹری سکول، ۲ ایم۔ آر، مخدوم رشید ملتان۔

آپ نے بحیثیت صوفی بزرگ ملتان میں اپنی دینی وروحانی خدمات کو اس طرح روشناس کرایا کہ دیگر صوفیاء میں آپ کی دینی وروحانی خدمات انفرادیت کا درجہ رکھتی ہیں اور کئی صدیوں تک ان کے اثرات محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ تحقیق کے طالبعلموں کے لئے اس موضوع میں ہر جہت سے تحقیق کی ضرورت موجود ہے اور یہ موضوع اپنی ندرت اور دلچسپی کی وجہ سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی (م ۶۶۹ھ) کا تعارف:

حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م ۶۶۹ھ) سلسلہ قادریہ کے زبردست بزرگ، اپنی منفرد فکر کی بدولت دنیائے تصوف میں قابلِ قدر نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ نے جس خانوادے میں آنکھ کھولی وہ کئی نسلوں سے روحانیت میں ممتاز مقام رکھتا تھا۔ آپ سلسلہ سہروردیہ کے عظیم صوفی بزرگ حضرت شیخ بہاءالدین زکریا(م ۶۶۶ھ) کے عم زاد اور خالہ زاد ہیں اس سے بڑھ کر یہ کہ دونوں بزرگ آپس میں سالہ اور بہنوئی کے رشتے سے بھی منسلک تھے۔ سلسلہ چشتیہ کے عظیم صوفی بزرگ حضرت بابافریدالدین مسعود گنج شکر(م ۶۶۹ھ) کے ہم عصر اور خاص دوستوں میں حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی(م ۶۶۹ھ) کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کے خاندان کے بارے میں بعض مؤرخین کا اختلاف ہے وہ آپ کو قریشی اسدی سمجھتے ہیں مگر قدیم مخطوطات، تاریخی حقائق سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ کا خاندان ہاشمی ہے۔ آپ کے حالات زندگی سے متعلق سب سے قدیم ماخذ "منبع البرکات" فارسی کے آخر میں خلاصۃ العارفین نامی فارسی مخطوطہ کا عکس جسے شیخ جلال الدین محمود نے تحریر کیا پر آپ کے پدری اور مادری شجرہ نسب کو منظوم انداز میں اس سے پیش کیا گیا ہے۔

اسدی الہاشمی القریشی ولی الفوق تافرشی
عظیم الملک سلطانی رشید الدین حقانی
مقرب حضرت الاعلیٰ شرف نسب رسول اللہ
نبیرہ شاہ جیلانی رشید الدین حقانی[1]

[1]۔ قریشی، جامع الکرامات فارسی اردو ترجمہ منبع البرکات، (مترجم: فرزند علی شاہ)، (حوالہ مخطوطہ خلاصۃ العارفین جلال الدین محمود دو کتب خانہ زیدۃ الاحباب)، (بہاولپور: مطبع صادق الانوار، ۱۹۱۵ء)، ۷۳

ڈاکٹر حمید اللہ ہاشمی نے اس خاندان کے شجرہ نسب پر مدلل بحث کرنے کے بعد ان خوبصورت الفاظ میں سمیٹا ہے۔

"اس خاندان کے ہاشمی ہونے پر کلام نہیں ان (حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی اور حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی) کا خاندان لاریب ہاشمی ہے۔"[2]

آپ کی پیدائش سے متعلق نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں:

"حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا کی ولادت (م۶۶۶ھ) کو تین سال گزرے تھے کہ اس خانوادہ کے مطلع پر شریعت وطریقت کے ایک اور آفتاب نے طلوع کیا یعنی حضرت شیخ (وحید الدین) احمد غوث کے مشکوے معلیٰ میں سیدہ جنت بی بی کے بطن عفت سے مخدوم عبد الرشید (م۶۶۹ھ) میں پیدا ہوئے۔"[3]

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی (م۵۶۹ھ) نے اپنے دادا حضرت شیخ کمال الدین علی ابو بکر قادری (م۵۷۱ھ) کی آغوش میں آنکھ کھولی کہ جو براہ راست حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی (م۵۶۱ھ) سے فیض یاب تھے۔ دینی وروحانی علوم اپنے مہربان چچا حضرت شیخ وجیہ الدین محمود غوث (م۵۷۷ھ) اور والد حضرت شیخ وحید الدین احمد غوث (م۵۸۹ھ) سے دینی وروحانی علوم سلسلہ قادریہ کے اسلوب میں بچپن ہی سے درجہ کمال تربیت حاصل کی۔ ابتدائی دینی تعلیم سے متعلق تذکرہ عبد الرشید حقانی میں ملتا ہے۔

"آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا نصیر الدین بلخی سے حاصل کی قلیل عرصہ میں تفسیر، حدیث، اصول المعانی، فقہ، منطق اور فلسفہ میں مکمل دسترس حاصل کرلی۔ کم عمری میں ہی وعظ و ارشاد اور تعلیم قرآن وسنت میں لاثانی مرتبہ پر پہنچ گئے۔"[4]

آپ کے والد حضرت شیخ وحید الدین احمد غوث (م۵۸۹ھ) نے ریاست کوٹ کروڑ میں اپنی اولاد کی اعلیٰ دینی تربیت کا زبردست ماحول بنا رکھا تھا جس کا ذکر کرتے ہوئے نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں:

---

[2]۔ ہاشمی، حمید اللہ، ڈاکٹر، احوال واثار حضرت بہاء الدین زکریا، (سمن آباد، لاہور: تصوف فاؤنڈیشن، ۲۰۰۰ء)، ۱۹

[3]۔ فریدی نور احمد خان، تذکرہ بہاء الدین زکریا، (ملتان: قصر الادب شجاع آباد، ۱۹۵۴ء)، ۸۹

[4]۔ مہروری، محمد نواز شاہ، تذکرہ عبد الرشید حقانی، (ملتان: انجمن صفتان پاک رسول دیاں انصاری کالونی، ۲۰۰۲ء)، ۱۱

"حضرت شیخ احمد غوث نے بڑے بڑے متنوع اور منتہیٰ علماء کوٹ کروڑ میں اپنے بچوں کی اعلیٰ دینی تربیت کے لئے جمع کر دیے تھے۔"[5]

گویا آپ کو دینی اور روحانی علوم کے حصول کا ایک بہترین ماحول میسر آیا کہ جس نے آپ کو بیس سال کی عمر تک دینی و روحانی لحاظ سے ایک دوسرے سے ایک زبردست عالم اور باکمال صوفی کے روپ میں لا کھڑا کیا اور آپ اسی مدرسہ کے منتظم اور بہترین مدرس بن گئے۔

۵۸۹ھ میں آپ کے والد حضرت شیخ وحید الدین احمد غوث کا وصال ہوا تو اس وقت خاندان میں سب سے بڑے آپ موجود تھے۔ آپ کے چچازاد حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ان دنوں روحانی علوم کے حصول کے لیے خراسان تشریف لے جا چکے تھے۔ شرف الدین قریشی جامع الکرامات میں ملفوظاتِ سلطان ایوب قتال (م ۷۶۶ھ) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

"شیخ احمد غوث کا چھپاسی سال کی عمر میں انتقال ہوا، مخدوم کو تختِ سلطنت (کوٹ کروڑ) پر بٹھایا گیا۔ ہند، بلخ، بخارا اور غزنی سے خلعتیں عطا ہوئیں۔ خدا کے فضل و کرم سے اس قدر انصاف اور نظم و ضبط سے کاروبار سلطنت چلایا کہ والد سے دس گناہ زیادہ معلوم ہوا۔ عدل، قیاس اور سیاست ملک میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیے کہ بڑے بڑے مدبر حیران رہ گئے ہر ایک فرد بشر ان کے حسن اخلاق اور حسن انتظام سے باغ باغ اور خوش و خرم تھا۔"[6]

صوفیانہ تعلیم و تربیت:

ایک صوفی کی حیثیت سے آپ نے ۵۸۹ھ سے ۶۰۲ تک کوٹ کروڑ میں دینی و روحانی علوم کی ترویج کا شاندار انتظام کیا تو ساتھ ہی ساتھ سیاسی امور میں صوفی کے کردار کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ یہی عملی نمونہ مسلم

---

[5]۔ فریدی نور احمد خان، تذکرہ بہاء الدین زکریا، ۹۱

[6]۔ قریشی، شرف الدین، جامع الکرامات فارسی اردو ترجمہ منبع البرکات، (مترجم: منشی عبد الرحمٰن)، (بہاولپور: فنکار اکیڈمی، ۱۹۸۶ء)، ۳۲

حکمرانوں اور اسلام کے داعیوں کو اتنا پسند آیا کہ علی کرماخ کے ذریعے آپ کو ملتان میں مستقل سکونت پر آمادہ کیا گیا تا کہ ملتان کی سرزمین اس عظیم صوفی بزرگ کی منفرد صوفی روایت سے تشکیل پا سکے۔ نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں:

"آپ کوٹ کروڑ کا انتظام سلطان غوری کے نائب علمی کرماخ کے سپرد کر کے مع خدم و حشم اور خزائن دولت ملتان ہجرت کر آئے۔"[7]

آپ نے ملتان عظیم الشان مدرسہ کی بنیاد رکھی جس میں دینی وروحانی علوم کا زبردست انتظام تھا یہی مدرسہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا(م۶۶۶ھ) کی آمد کے بعد مدرسہ بہائیہ کے نام سے معروف ہوا۔ ملتان کی دینی، روحانی، سماجی زندگی میں آپ کے اس مدرسہ اور آپ کی تربیت کا بڑا ہاتھ ہے۔ اسی دور میں ملتان سے قرامطہ کے عقائد لوگوں کے زہنوں سے مسخ ہوئے تو روحانی اعتبار سے ایک روح پرور ماحول بن گیا۔

شرف الدین قریشی جامع الکرامات میں سلطان ایوب قتال کے ملفوظات کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"حضرت مخدوم کے رشد و ہدایت کا شہرہ تمام مالک اور اطراف پھیل گیا، علوم قرآن وحدیث میں آپ اپنی مثال آپؒ تھے۔ بے شمار خلقت آپ سے مستفیذ ہوئی۔"[8]

آپ ۶۰۲ھ سے ۶۱۵ھ تک ملتان میں رشد وہدایت کا سرچشمہ بنے رہے۔ ۶۱۵ھ میں حجاز مقدس روانہ ہوئے تو افغانستان میں شیخ نصیر الدین ہروی سمیت کئی صوفیاء کا فیض حاصل کیا۔ ایران کے کئی شہروں میں صوفیاء کا فیض پاتے، تبریز میں سید جلال الدین تبریز سے ملے کمال شفقت سے کئی روز مہمان رکھا بغداد میں کئی صوفیاء سے ملاقات کی۔ نجم الدین کبریٰ کی صحبت میں بڑا وقت گزارا یہاں تک کہ ۶۱۸ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ تین سال تک مسجد نبوی میں مجاور بن کر رہے۔ وہی زیارت رسول اللہ ﷺ سے فیض یاب ہوئے تو مزید روحانی علوم کے لئے سید علی ہمدانی بن حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے حضور ہمدان پیش ہونے کا اشارہ دیا۔ وہاں سے ہمدان پہنچے اور ۶۲۳ھ میں خرقہ خلافت حاصل کر کے ملتان کے نواح اور دیہی آبادی کو قادری روحانی فیض

---

[7]۔ فریدی نور احمد خان، تذکرہ بہاء الدین زکریا، ۱۱۳

[8]۔ قریشی، شرف الدین، جامع الکرامات فارسی اردو ترجمہ، (مترجم: رانا محمد سرور)، (لاہور: مجید بک ڈپو اردو بازار، ۱۹۹۳ء)، ۱۰۸

سے فیض یاب کرنے کا عزم لیکر ۶۲۴ھ میں ملتان پہنچے۔ آپ کا شجرہ طریقت حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی سے ہوتا ہوا اٹھارہ واسطوں سے جناب رسالت مآب ﷺ تک پہنچتا ہے۔

شرف الدین قریشی جامع الکرامات میں ملفوظات سلطان ایوب قتال کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

"ملتان آمد کے بعد اپنی تمام جائیداد جو کہ دریائے راوی کی مشرقی سمت میں کئی سو کوس پھیلی تھی اور دو کروڑ اشرفیاں بالاشتراک خیرات کر دیں۔"[9]

چک "رواہا" نامی جگہ قوم مڑل سے خرید کر ملتان کے نواح میں جہاں آج آپ کا مزار پاک مستقل سکونت اختیار کی۔ ۶۲۵ھ سے ۶۶۹ھ تک آپ اسی جگہ قیام پزیر رہے۔ یہاں مدرسہ حقانی اور خانقاہ مخدوم کے ذریعے اس خطے کے پسماندہ اور دیہی آبادی سے تعلق رکھنے والے طبقات کی دینی اور روحانی تربیت کی۔ نصف صدی پر مشتمل دور میں بے شمار اسفار تشکیل دیے کہ جس کے ذریعے طول و عرض میں آپ کی ہدایت کا شہرہ زبان زدہ عام ہوا۔

دنیاوی معاملات میں شرکت بھی کی اور عشق الٰہی میں ڈوب کر عالم استغراق کا غلبہ بھی رہا۔ قادری درویشوں کو کسب حلال پر نظام تربیت عطا کیا تو ساتھ ہی انہیں روحانی فیض عطا کر کے مقامِ قطب تک پہنچا دیا۔ اپنے فیضان سے معاشرے کے پسے ہوئے طبقے کو زمینیں عطا کیں تو ان کو زراعت میں بہتری لانے کے لئے نالا کھود اکر آبادکاری کی سوچ بھی دی۔ قبائل اور امراء سے بہترین روابط قائم کرنے کے لئے اور انہیں روحانی طور پر تربیت یافتہ بنانے کے لئے اپنے بھرپور کمالات کے ساتھ سامنے آئے حتیٰ کہ آپ کے گرویدہ ہو کر خاندان کھچی، خاندان مڑل اور بادشاہ دہلی نے اپنی بیٹیاں آپ کے حرم میں لا کر آپ سے نسبت قائم کی۔ ۶۳۴ھ میں خاندان کھچی کی نیک دختر راج کنول سے نکاح کیا جس سے حضرت شیخ صدر الدین قتال (م ۷۶۶ھ) پیدا ہوئے۔ ۶۴۱ھ میں خاندان مڑل کی دختر نیک سے نکاح کیا جن سے کوئی اولاد نہ ہے۔ ۶۴۷ھ میں بادشاہ دہلی سلطان ناصر الدین محمود کی دختر نیک معظمہ بی بی سے نکاح کیا جن سے آپ کے فرزند مخدوم حسن (م ۶۹۹ھ) پیدا ہوئے۔ اسی سُلطان کی صحت یابی آپ کی دعا سے ہوئی اور آپ کے زیر استعمال کنواں کا پانی شفا بن گیا جو کہ آپ تک جاری و ساری ہے۔ آپ نے اس

[9]۔ قریشی، شرف الدین، جامع الکرامات فارسی اردو ترجمہ منبع البرکات، ۴۰

سے قبل پہلا نکاح ۶۹۱ھ میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کی ہمشیرہ کمال بی بی سے ہوا کہ جن کے بطن سے مخدوم ابو بکر (م۶۵۹ھ) اور مخدوم (م۶۷۹ھ) پیدا ہوئے۔

"آپ کا وصال بالاتفاق مؤرخین ۶۶۹ھ میں اسی جگہ ہوا جس حجرے میں آپ محو عبادت رہتے تھے۔"[10]

آپ نے اپنی زندگی میں کسی ایک فرزند کو جانشین مقرر نہ کیا بلکہ اپنے مرشد کے حکم سے تمام اولاد کو دعا دی اور اپنی فکر کو بطور امانت اور خلافت اولاد میں منتقل کیا۔ آپ کا فیضان اس قدر قوی تھا کہ آپ نے اپنی ساری اولاد کو اپنی خلافت عطا کی اور صدیوں گزر جانے کے باوجود آپ کی تمام اولاد سلسلہ قادریہ میں مریدین کی ایک کثیر تعداد کو بیعت کر کے آپ کے فیضان جاری رکھے ہوئے ہے۔

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی کی دینی و سماجی خدمات:

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی (م۶۶۹ھ) کی دینی خدمات آپ کی زندگی کے ہر ہر گوشے میں اپنا عکس چھوڑتی نظر آتی ہیں۔ کوٹ کروڑ میں بیس سال کی عمر میں علوم شرعی وروحانی پر مکمل دسترس حاصل کرنے کے بعد کوٹ کروڑ میں قائم خاندانی مدرسہ میں علوم شرعی کا درس شروع کیا اور تیرہ سال تک خاندان کے افراد کے ساتھ ساتھ ایک بڑی تعداد کو علوم شرعی میں ممتاز مقام دلایا۔ حتیٰ کہ آپ کی دینی خدمات کا شہرہ دیگر علاقوں تک پھیل گیا۔ اس وقت ملتان اگرچہ علوم وفنون کے لحاظ سے ترقی کے ابتدائی منازل طے کر رہا تھا مگر قرامطی عقائد سادہ لوح مسلمانوں پر اپنا اثر قائم کر چکے تھے اور مروج دینی علوم مسلمانوں پر اس کا اثر زائل کرنے سے قاصر نظر آرہے تھے۔ اسی اثناء میں اسلام کا درد رکھنے والی کئی با اثر شخصیات نے حضرت مخدوم کی دینی خدمات کے اثرات کا ادراک کرتے ہوئے آپ کو ملتان میں مستقل سکونت اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔ اس سلسلے میں علی کرماخ (دورِ اقتدار ملتان ۵۷۱ھ تا ۵۸۲ھ) کی کوششیں رنگ لائیں۔ نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں:

"آپ (حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی) انتظام سلطنتِ علی کرماخ کے سپرد کر کے اہل وعیال، خدام وخزائن سمیت ملتان کی طرف اس عظیم مشن کی بارآوری کے لئے روانہ ہوئے۔"[11]

---

[10]۔ قریشی، شرف الدین، جامع الکرامات فارسی اردو ترجمہ منبع البرکات، ۵۸

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی (م۶۶۹ھ) ۶۰۲ھ میں بمع اہل و عیال ملتان تشریف لے آئے اور یہاں جس جگہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کا مزار ہے۔ دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی یہی مدرسہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا (م۶۶۶ھ) کی ۶۱۴ھ میں ملتان آمد کے بعد مدرسہ بہائیہ کے نام سے معروف ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے اس مدرسہ کے دینی نصاب کو اس طرح مرتب کیا کہ سادہ لوح مسلمانوں سے لیکر علماء تک سبھی دینی علوم سے اس طرح فیض یاب ہوئے کہ ان کے زہنوں سے نہ صرف باطل عقائد کا تزکیہ ہوا بلکہ اسلام اپنے اصلی تشخص کے ساتھ اجاگر ہوا۔

بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کے حوالہ سے شرف الدین قریشی اس دور میں آپ کی دینی خدمات کا احاطہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

> "آپ نے علم و فضل، حسن و کردار اور کشف و کرامات کے ذریعے بہت جلد ملتان کے اکابرین کو اپنی طرف متوجہ کر لیا خاص و عام آپ پر جان نثار کرنے کو تیار نظر آنے لگے۔ آپ درس قرآن و حدیث اور فہم قرا ان میں لاثانی درجہ رکھتے، تھوڑے ہی عرصہ میں مخلوق کی ایک بڑی تعداد آپ کے علوم و ارشاد سے مستفید ہوئی۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس مدرسے سے ستر آدمی علوم شرعی اور باطنی پر مکمل دسترس حاصل کر کے کامل اور فاضل کا درجہ پا گئے۔"[12]

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی (م۶۶۹ھ) ۶۰۲ھ سے ۶۱۵ھ تک تیرہ سال اس مدرسہ سے وابستہ رہے اور مدرسہ کو ایک مضبوط بنیاد عطا کی۔ اگرچہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا (م۶۶۶ھ) نے ۶۱۴ھ میں اس مدرسہ کو مدرسہ بہائیہ کا نام دے کر اس کے نصاب میں وقت کے تقاضوں کے تحت بہت زیادہ تبدیلیاں کر کے اس کی ترقی

---

[11]۔ فریدی نور احمد خان، تذکرہ بہاء الدین زکریا، ۱۱۳

[12]۔ قریشی، شرف الدین، جامع الکرامات فارسی اردو ترجمہ، (مترجم: رانا محمد سرور)، ۱۰۸

میں اہم کردار ادا کیا مگر یہاں اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ مدرسہ بہائیہ کی بنیاد حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی(م۶۶۹ھ) نے رکھی۔

حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی(م۶۶۹ھ) حجاز مقدس کے دینی وروحانی سفر کے بعد جب ملتان کے نواح میں ۶۲۴ھ میں مستقل قیام کیاتووہاں مدرسہ حقانیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیااور وقت کے تقاضوں کے عین مطابق نصاب سے مزین کرکے اس مدرسہ کے فیضان سے دیہی آبادی کے علم کے عاری لوگوں کونہ صرف سیراب کیابلکہ انہیں اعلیٰ اخلاقی اقدار کاحامل بنادیا۔نور احمد خان فریدی اسی مدرسہ کے فیوض وبرکات بارے لکھتے ہیں:

> "حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی کے یہاں قیام کے دوران جاہل اور گمراہ بھی آتے تو اسلام کی دولت سے مالامال ہوکر جاتے آپ کی نظر کیمیاسے ان کی زندگیاں بدل گئیں۔"[13]

احمد ضمیر ہاشمی لکھتے ہیں:

> "آپ نے دین اسلام کی اس قدر خدمت کی کہ زندگی کے آخری سالوں میں جب ضعف حد سے بڑھا تو آنکھوں کے پپوٹے آنکھوں کے اوپر لٹک گئے پھر بھی ان کوہاتھ سے اوپر اٹھاکر درس قرآن وحدیث باقاعدگی سے دیتے رہے۔"[14]

یہ مدرسہ اگرچہ ہر دور میں ستم ظریقی وقت کی زد میں رہامگر اس کے باوجود آج تک موجود بھی ہے اور آپ کے اس مشن کو آگے بڑھائے ہوئے ہے۔

حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی(م۶۶۹ھ) کی دینی خدمات کے ساتھ ساتھ روحانی خدمات بھی اپنی انفرادیت کی وجہ سے ملتان کی صوفی روایت میں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ابتدائی عمر میں ہی کوٹ کروڑ میں دادا حضرت شیخ کمال الدین قادری ابو بکر(م۵۷۱ھ)زیر نگرانی قائم مدرسہ میں دینی وروحانی علوم میں دسترس حاصل کرلی چونکہ آپ کے دادا حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی(م۵۶۳ھ) سے فیض یاب تھے اور آپ کے چچا حضرت شیخ وجیہ الدین محمد غوث(م۵۷۷ھ) آپکے والد پہلے پہل حضرت شیخ وحید الدین احمد غوث(م۵۸۹ھ) اپنے والد کے

---

[13]۔فریدی نور احمد خان، تذکرہ بہاءالدین زکریا، ۱۱۴

[14]۔ہاشمی، احمد ضمیر، حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی، (ملتان: حقانی اکیڈمی مخدوم رشید، س ن)، ۱۲

توسل سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے تو روحانیت کا قادری اثر آپ کو وراثت میں ملا۔ مزید بر آں بچپن ہی سے فطرتاً آپ کی طبع میں قرب الٰہی کی دیہی استعداد ودیعت تھی جس نے آپ کو ابتداء ہی سے روحانی علوم کی طرف مائل رکھا پھر آپ کے دادا حضرت شیخ کمال الدین ابو بکر (م ۵۷۱ھ) کی دعا اور چچا کی روحانی تربیت نے آپ کو راہ سلوک کے اعلیٰ منازل طے کرا دیے اور یوں عالم شباب میں ہی آپ اکابر اولیاء کی صف اول میں شامل ہو گئے۔ کوٹ کروڑ میں آپ نے جس مدرسہ سے دینی روحانی علوم حاصل کیے اسی مدرسہ کو آپ نے والد کی وفات کے بعد سنبھالا تو روحانی علوم کی ترویج کا خاص انتظام کیا اور خود راہ سلوک کے مسافروں کی رہنمائی فرماتے۔ اسی اثنا آپ کا روحانی شہرہ اطراف میں پھیلا اور مسلم حکمران علی کرماخ کی کوششوں سے آپ ۶۰۲ھ میں بمع اہل وعیال ملتان اقامت پذیر ہوئے تو ملتان میں اپنا روحانی اثر روحانی علوم کی منفرد ترویج کے ذریعے قائم کیا۔ اسی اثر کا ذکر کرتے ہوئے نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں:

> "آپ کے ہاں خاص وعام کی آمد ورفت شروع ہوئی اور جو آیا نہال کر کر دیا گیا ایک مرتبہ چون (۵۴) گمراہوں کا گروہ حاضر ہوا۔ آپ نے گوشہ چشم سے جو ذرا نظر کی تو انہیں شاید حقیقی کا جمال بے مثال دیکھا دیا۔[15]

شرف الدین قریشی جامع الکرامات میں ملفوظات سلطان ایوب قتال کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

> "(ملتان میں قیام کے دوران) آپ جُہلا اور گمراہ طبقے کی روحانی تربیت فرماتے ہوئے ہدایت فرماتے یہاں تک کہ کہ چالیس پچاس اشخاص کی نظر کیمیا سے باکمال ولی ہو گئے۔"[16]

۶۱۵ھ میں حجاز مقدس تشریف لے گئے اور واپسی پر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ملنے والے اشارے کی بدولت ہمدان (ایران کے شہر) میں سید علی ہمدانی سے فیض یاب ہوئے۔ ۶۲۳ھ میں مریدین کی ایک کثیر تعداد

---

[15]۔ فریدی نور احمد خان، تذکرہ بہاء الدین زکریا، ۱۱۴

[16]۔ قریشی، شرف الدین، جامع الکرامات فارسی اردو ترجمہ، (مترجم: رانا محمد سرور)، (لاہور: مجید بک ڈپو اردو بازار، ۱۹۹۳ء)، ۱۰۸

کی موجودگی میں قادری صوفی روایت کا علم لیکر مرشد کے حکم سے ملتان کی طرف روانہ ہوئے تو روحانی کمالات آپ کے اندر اوجِ کمال حاصل کر چکے تھے۔

شرف الدین قریشی جامع الکرامات میں ملفوظاتِ سلطان ایوب قتال کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

> "حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی کے آگے فرش تا عرش سب حجاب اٹھ گئے اور اعلیٰ مراتب پر فائز ہوئے۔ سید علی ہمدانی کے سامنے مریدین کی کثیر تعداد حاضر تھی دست بدستہ عرض گزار ہوئے کہ یہ فقیر کوئی بیس سال کوئی تیس سال آپ کے حضورِ دستِ سوال دراز کیے ہیں لیکن آپ کے انوار کی ایک شعاع بھی ان کے ذوق و شوق پر نہیں پڑی یہ ہندی مرید تھوڑے دنوں میں آپ کے لطف و کرم سے فیض یاب ہو گیا۔ جواباً فرمایا کہ خوش قسمت فرزند مخدوم عبدالرشید حقانی ہمارے رہنمائی کا محتاج نہیں رہا اس کی ہمت کا شہباز بلند پرواز ہے اب تمہیں بھی جو کچھ ملنا ہے اسی فقیر سے ملے گا پس اسی کی طرف رجوع کرو۔"[17]

پھر تاریخ گواہ ہے کہ ۶۲۰ھ میں ہمدان کے شہر میں موجود بیس تیس سال سے حضرت سید علی ہمدانی (م ۶۲۳ھ) کی بارگاہ میں موجود طلبِ فیض کے متلاشی پر مشتمل طبقہ کثیر حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م۶۶۹ھ) کی روحانی خدمات کی زندہ مثال بن گیا۔ آپ ہمدان میں سید علی ہمدانی (م ۶۲۳ھ) کی صحبت میں تین سال رہے اور اس دوران طبقہ کثیر جو کہ حضرت سید علی ہمدانی (م ۶۲۳ھ) سے فیض یاب ہونے کے لیے کئی سالوں سے موجود تھا یا اس دوران حاضر ہوا، ان ہزاروں راہ سلوک کے مسافروں کو حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م۶۶۹ھ) اپنے روحانی فیوض سے فیض یاب کرتے رہے۔ آپ کے روحانی فیض کا یہ عالم تھا کہ آپ کی روحانی نظر نظر کیمیا کا درجہ پا گئی تھی۔ آپ جس بھی راہ سلوک کے مسافر پر نظر ڈالتے اسے مقام قطب پر پہنچا دیتے اور جس کی طلب میں زیادہ شدت ہوتی اس پر نظر ڈالتے تو اسے مقام غوث پر فائز کر دیتے۔ آپ کے قیام سے قبل ہمدان میں جو ہزاروں راہ سلوک کے مسافر بارگاہ ہمدانی میں حاضر تھے وہ سب حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م۶۶۹ھ) کی روحانیت سے فیض یاب ہو کر مقام پا گئے۔ حتیٰ کہ ۶۲۳ھ میں جب مرشد نے حضرت مخدوم کو ملتان سلسلہ قادریہ

---

[17]۔ قریشی، شرف الدین، جامع الکرامات فارسی اردو ترجمہ، (مترجم: رانا محمد سرور)، (لاہور: مجید بک ڈپو اردو بازار، ۱۹۹۳ء)، ۱۱۲

کی صوفی روایت کا علمبر دار بنا کر روانہ کیا تو ایک بھی سائل موجود نہ تھا۔ گویا ہمدان کی تاریخ میں آپ کی روحانی خدمات کا یہ روپ ایک تاریخ رقم کر گیا اور ساتھ ساتھ تاریخ تصوف میں روحانی کردار ادا کرنے والے صوفیاء کرام میں بھی یہ روپ اپنی انفرادیت کی وجہ سے حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی (م ۶۶۹ھ) کی روحانی خدمات کو عروج دلانے میں کامیاب ہوا۔

۶۲۵ھ میں جب آپ نے حجاز مقدس سے واپس آئے دینی روحانی خدمات کا ایک بڑا دور آپ کا منتظر تھا۔ آپ کی وسیع و عریض جائیدادیں کہ جس کے بارے میں ملتان عکس و تحریر میں شاکر حسین شاکر لکھتے ہیں:

> "جب حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی شہاب الدین غوری کی درخواست پر کوٹ کروڑ کی جاگیرات کو چھوڑ کر ملتان قیام پذیر ہوئے تو کوٹ کروڑ کے بدلے وسیع و عریض جاگیر آپ کے خاندان کو عطا کی گئی۔"[18]

یہ جائیدادیں جو کہ دیبالپور سے بھکر تک اور سندھ سے جلیسمر تک پھیلی ہوئی تھیں آپکے سفر حجاز کے دوران حضرت شیخ بہاء الدین زکریا (م ۶۶۶ھ) آپ کے چچازاد ہونے کے ناطے ان کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ آپ کے ملتان تشریف لاتے ہی تمام جائیدادیں اپنے بھائی حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی (م ۶۶۹ھ) کے سامنے رکھ دی۔ قدیم ملفوظات سلطان ایوب قتال کے حوالے سے شرف الدین قریشی جامع الکرامات میں لکھتے ہیں:

> "حضرت شیخ بہاء الدین زکریا (م ۶۶۹ھ) نے فرمایا بھائی یہ ملک و سلطنت اور خزانے سب آپ کی ملک ہیں۔ انہیں حساب کتاب کر کے اپنے قبضے میں لے لیجئے ہم تو محض امین تھے۔ بحث و مباحثہ کے بعد طے پایا تمام مال و اسباب اس طرح بانٹ لیا جائے کہ کسی کا حق دوسرے پر نہ رہے۔ دریائے راوی کے پاس قرعہ اندازی ہوئی۔ دریائے راوی کے مشرق کا علاقہ حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی اور مغرب کا علاقہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کے حصہ میں

[18]۔ شاکر حسین شاکر، ملتان عکس و تحریر، (ملتان: سخن ور فورم، ۲۰۱۲ء)، ۸۳

آیا۔ دیگر مال و اسباب کو بھی نصف نصف تقسیم کر لیا گیا۔ ایک کروڑ اشرفی نقد و دیگر جنہیں ہر ایک کے حصے میں آئی۔"

نور احمد خان فریدی لکھتے ہیں:

"حضرت مخدوم نے اپنا تمام اثاثہ درویشوں اور مسکینوں میں بانٹنا شروع کیا۔ دور دور تک آپ کی فیاضی کی دھوم مچ گئی۔ اطراف واکناف عالم سے مستحقین اور مساکین آپ کے در دولت پر جمع ہونے لگے چند ہی ایام میں سارے ترکے کی کوڑی کوڑی محتاجوں، مسکینوں میں بانٹ دامن جھاڑ کر کھڑے ہو گئے۔"[19]

یہ تمام اثاثہ جاگیریں، مال واسباب، نقد و جنس جو کہ حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م۶۶۹ھ) کے حصے میں آئی یہ کوئی معمولی نوعیت کا اثاثہ نہ تھا بلکہ آپ کے آباء کی وراثتی جاگیر ریاست کوٹ کروڑ کے بدلے ملی ہوئی وہ جائیداد تھی کہ جس کا حدود اربعہ کئی اضلاع تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اس جائیداد کی سب سے چھوٹی شکل نقد تھی جو کہ حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م۶۶۹ھ) کے حصے میں اس دور میں ایک کروڑ اشرفی آئی کہ جس دور میں رائج الوقت سکہ کی قدر جانب عروج تھی۔ اس تمام جائیداد کا اللہ کی راہ میں وقف کرنا، اور اراضی میں موجود پسماندہ طبقے کو ملکیت کے حقوق دینا، گویا معاشرتی و معاشی انقلاب کا پیش خیمہ نظر آتا ہے پھر بات یہی ختم نہیں ہوتی بلکہ حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م۶۶۹ھ) زمینوں کو وقف کرنے اور پسے ہوئے طبقات کی مالی معاونت کرنے کے بعد ان کے دولوں میں اسلامی معاشرتی اقدار کو اس قدر مضبوطی سے پیوست کرتے ہیں کہ طول و عرض میں پھیلے قبائل اور پسماندہ بستیوں کے لوگ آپ کے درِ دولت، روحانیت کے طلب گار بن جاتے ہیں۔ معاشرتی و معاشی توازن کی فضا قائم ہوتی ہے اور معاشرہ میں اعلیٰ روحانی اقدار کے عملی نفاذ کی شروع ہوتیں ہیں۔ آپ اپنے مرشد کے اشارے پر جس جگہ مستقل قیام کرتے ہیں وہ جگہ مڑل قوم کے ابو الفتح اور تاج الدین کی ہوتی ہے جسے آپ خرید فرماتے ہیں مدرسہ حقانی اور خانقاہ مخدوم سماجی اقدار کے فروغ کے آئینہ دار بن جاتی ہے۔ اس جگہ کا نام "رواہا" ہوتا ہے جو کہ بعد میں آپ کی نسبت سے مخدوم رشید کے نام سے معروف ہوتی ہے۔ آخر اس جگہ کا انتخاب کیوں ہوتا ہے؟

---

[19]۔ فریدی نور احمد خان، تذکرہ بہاء الدین زکریا، ۱۶۶

سماجی لحاظ سے کئی راز اس میں پوشیدہ ہیں دراصل اس دور کی سماجی برائیوں کا سب سے بھیانک روپ شہروں کی طرف آنے جانے والے قافلوں کو لوٹ لینا ہوتا تھا اور جس جگہ حضرت مخدوم نے سکونت اختیار کی یہ دہلی ملتان روڈ پر جنگل میں پھیلی ان لٹیروں کی بستیاں تھیں جن کے اثرات پورے جنوبی پنجاب کی معاشرت پر موجود تھے۔ آپ نے قادری صوفی روایت کا امین بن کر سب سے پہلے اسی معاشرتی برائی کی جڑ کو ختم کر کے ان لوگوں کو روحانیت کا گرویدہ بنایا۔ بطور صوفی بزرگ اپنے تربیت یافتہ صوفیوں، درویشوں کی معاشرت اور معیشت کو منفرد انداز سے کسب حلال کی سوچ عطا کی۔

قدیم ملفوظات سلطان ایوب قتال کے حوالہ سے منبع البرکات میں درج ہے۔

> "حضرت مخدوم شیخ عبد الرشید حقانی نے خرید شدہ زمین میں زنانہ و مردانہ مکانات (بغرض درس و تدریس) بنوائے اور ان کے گرد قلعہ کے طور پر فصیل تعمیر کرائی خود کاشت کاری کو اختیار کیا، دریا کی طرح چوڑا نالہ دریائے راوی سے احداث کرایا اور یہی سوچ تقسیم کی گئی زمینوں کے مالکوں کو بھی دی۔ کہتے ہیں کہ (آپ کے اس اقدام سے) یہ علاقہ بہت سرسبز و شاداب ہو گیا۔ آپ نے اپنے متوسلین میں سے بھی ہر ایک کو زمین تقسیم کر دی تاکہ ہر کوئی اپنی مرضی کے مطابق زراعت کرے۔"[20]

حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی (م ۶۶۹ھ) نے ملتان کے نواح میں سکونت اختیار کر کے مدرسہ حقانی اور خانقاہ مخدوم کے ذریعے دینی و روحانی خدمات کو اوج کمال تک پہنچا دیا۔ آپ کے مدرسہ و خانقاہ میں سب سے بڑی تعداد ان لوگوں کی فیض یاب ہوئی رہی تھی کہ جو معاشرہ کا سب سے بڑا بُرا روپ تھے یعنی تعلیمی پسماندگی کے آئینہ دار، جُہلا، معاشرتی تہذیب سے نابلد دیہاتی اور اخلاقی پسماندگی کی اعلیٰ مثال ڈاکو اور لٹیرے کہ جو ملتان دہلی روڈ پر گھات لگائے آنے جانے والے قافلوں کو لوٹ کر گزر اوقات کرتے یہ لوگ اس قدر مستحکم روپ میں فعال تھے کہ مختلف گزرگاہوں پر انہوں نے اپنی بستیاں قائم کر رکھی تھیں اور اس قدر جنگجو تھے کہ سیاسی اقتدار حاصل کرنے

---

[20]۔ قریشی، شرف الدین، جامع الکرامات فارسی اردو ترجمہ منبع البرکات، ۴۱

والے یعنی ان سے ٹکر نہ لیتے تھے ان کے اسی اتر کی وجہ سے معاشرہ اخلاقی پسماندگی کا شکار تھا۔ حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م ۶۶۹ھ) نے اپنی دینی و روحانی خدمات کے ذریعے ان طبقات کو دینی علوم سے فیض یاب کر کے روحانیت کا آئینہ دار بنادیا۔ آپ نے ان علاقوں میں کئی اسفار بھی کیے تاکہ ان طبقات کی اصلاح کی جاسکے۔ آپ کی ان خدمات کی وجہ سے کئی قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے اور اسلامی وروحانی اقدار کے حامل بن گئے۔

حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی (م ۶۶۹ھ) کی دینی و روحانی خدمات دراصل آپ کی اس روحانی فکر کی آئینہ دار ہیں جو کہ آپ کو اپنے مرشد حضرت شیخ سید علی ہمدانی (م ۶۲۳ھ) کی طرف سے آپ کو ملی تھی جس طرح دینی خدمات میں آپ نے دیہی طبقات اور پھر اس میں بھی اخلاقی پسماندگی کا شکار لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کر کے اپنی فکر کے انفرادی پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ اسی طرح روحانیت میں بھی آپ کی فکر کے بعض پہلو انفرادیت کے حامل ہیں اور وہی پہلو آپ کی روحانیت خدمات کو دوسرے صوفیاء سے ممتاز کرتے ہیں۔ آپ نے روحانی علوم کی ترویج کے خانقاہ مخدوم قائم ضرور کی مگر اس خانقاہ کو دیگر خانقاہوں سے کئی طرح سے انفرادیت حاصل تھی۔ آپ کی خانقاہ کو باقاعدہ ایک خوبصورت اور پر کیف عمارت کی شکل حاصل نہ تھی اور نہ ہی اس خانقاہ میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ عبادت و ریاضت میں مشغول نظر آتے۔ بلکہ آپ کی خانقاہ آپ کے مصلے پر قائم ہوئی جو کبھی آپ کے آستانے پر ہوتا تو کبھی مسجد کے صحن اور کبھی مدرسہ کی نکر پر، کھیتی باڑی کرتے ہوئے کبھی نرم زمین پر تو کبھی درختوں کے سائے میں، پھر یہ خانقاہ آج کے دور ڈیجیٹل روپ کی طرح برصغیر کے طول میں عرض میں مختلف غیر مسلم طبقات کے درمیان نظر آتی ہے تاکہ لوگ اپنے گھر کی دہلیز پر روحانی علوم سے فیض یاب ہو سکیں۔

پھر انہیں روحانی خدمات اور خانقاہی نظام کا ایک اور روپ بھی اس سے بڑھ کر انفرادیت کا پہلو سمیٹے ہوئے ہے کہ بوقت وصال ۶۶۹ھ میں آپ نے روحانیت کا خالص تشخص قائم کرتے ہوئے اپنی اولاد میں سے کسی ایک فرزند کو جانشین یا سجادہ نشین مقرر نہ کیا بلکہ اپنی تمام اولاد کو اپنی روحانی فکر بطور "امانت" وراثت میں عطا کر انہیں دنیاوی مال و اسباب کے حرص سے آزادی کی سوچ دی، تمام اولاد کو خلافت عطا کر کے منفرد روحانی مثال قائم کی اور یہ سب کچھ آپ نے اپنے مرشد کامل حضرت سید علی ہمدانی (م ۶۲۳ھ) کے حکم پر کیا اور اسی فکر نے آپ کو

دیگر صوفیاء میں ممتاز کر دیا۔ مرشد کے اس حکم سے متعلق آپ کے ارشادات کو ملفوظاتِ سلطان ایوب قتال (م ۷۶۶ھ) میں اس طرح نقل کیا گیا ہے۔

"وقت رخصت مرشد (حضرت سید علی ہمدانی) نے حکم دیا کہ عبد الرشید اپنی اولاد سے کسی ایک کو سجادہ نشین مقرر نہ کرنا، تمہاری تمام اولاد کو قادرِ ذوالجلال کی طرف سے (خلافت کی) کامل اجازت ملی رہے گی۔"[21]

اور یہی کامل اجازت آپ کی اولادِ کثیر میں منتقل ہو کر آپ کی خانقاہ کو مرکز کے روپ سے انفرادی روپ دھار کر پھیلیتی چلی گئی آپ کی اولاد نسل در نسل برصغیر کے طول و عرض میں پھیلتی چلی گئی اور آپ کا فیضان پاک و ہند کے کونے کونے تک پھیل گیا۔ پھر صدیوں گزرنے کے ساتھ ساتھ جہاں کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں وہی آپ کا قائم کردہ خانقاہی نظام اجتماعیت کے روپ سے کوسوں دور ہوتا چلا گیا اور انفرادیت کی شکل اختیار کرتا، وقت کے ساتھ ساتھ آپ کی اولاد آپ کی جانشینی اور سجادہ نشینی کے منصب کو تو سنبھالے رہی البتہ آپ کی فکر جو امانت کی شکل میں اولاد میں منتقل ہوئی اس کے اثرات کہیں باقی اور کہیں کمزور ہوتے چلے گئے۔

آپ کے احوال و ملفوظات اور مدرسہ خانقاہ جس طرح وقت کی ستم ظریفی کا شکار ہوئے بالکل اسی طرح آپکی جانشینی کی فکر بھی ستم ظریفی کا شکار ہوئی اور وقت کے ساتھ ساتھ آپ کے جانشینوں نے آپ کی روحانی فکر کی امانت کو ضروریات کا لبادہ پہنا کر اس پر خانقاہ مخدوم کا صوفیانہ رنگ چڑھانے کی بجائے دنیاوی رنگ کی آمیزش کر دی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کی دینی و روحانی خدمات کو اجاگر کر کے آپ کی صوفیانہ فکر کو عام کیا جائے تاکہ آپ کا روحانی فیض آج بھی آپ کی روحانی فکر کے اثرات کے ساتھ جاری ہو سکے۔

[21]۔ قریشی، شرف الدین، جامع الکرامات، فارسی اردو ترجمہ، منبع البرکات، (مترجم: فرزند علی شاہ)، (بہاولپور: مطبع صادق الانوار، ۱۹۱۵ء)، ۳۹